کلوننگ وٹیسٹ ٹیوب بے بی
ودیگر متعلقہ مسائل پر شرعی نقطہ نظر

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

ہمارے بعض موقر قارئین نے درج ذیل فقہی مسائل کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ عصر حاضر کے جدید مسائل ہیں:

کلوننگ، ٹیسٹ ٹیوب بے۔بی، صنف کا انتخاب ، بنک برائے زنانہ بیضہ دانی، بنک برائے شیر مادر اور تبدیلی جنس۔

اور کہا ہے کہ ان پر اسلامی نظریاتی کونسل کو غور کرنا چاہئے اور اس پر عوام کی رہنمائی کرنی چاہئے، جبکہ خواتین کے مسئلے میں کونسل نے بہت بڑھ چڑھ کر دلچسپی لی اور یہ مشہور ہوگیا کہ کونسل خواتین کے حقوق کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔راقم نے جب کونسل کی رپورٹس کا ایک سرسری جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ کونسل نے ۱۹۶۲ سے لے کر آج تک ہر دور میں پیش آمدہ نئے مسائل پر گفتگو کی ہے اور سفارشات بھی مرتب کی ہیں یہ الگ بات ہے کہ بوجوہ عوام ان سے آگاہ نہیں ہوسکے......خواتین کے حقوق کے حوالہ سے بھی ۱۹۷۳ سے آج تک کونسل نے ہمیشہ اسلامی نظریہ پیش کیا اور اسلامی نظریاتی کونسل کا یہی کام ہے کہ وہ اسلامی نقطہ نظر پیش کر کے اپنا فرض ادا کرے اگر چہ بعض جدت پسند (سیکولر اور لبرلز) کو اس کا یہ عمل ناگوار ہی کیوں نہ گزرے......

جہاں تک زیر نظر مسائل کا تعلق ہے تو کونسل کی رپورٹس کے اشاریہ سے ہی یہ بات اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے کہ ان پر کونسل پہلے ہی اپنی رائے مرتب کرچکی ہے اور متعلقہ اداروں کو ارسال بھی کرچکی ہے۔ملاحظہ فرمائیں......

پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کے بارہ ارکان پر مشتمل طبی فقہی بورڈ نے طب سے متعلق جدید مسائل کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ کچھ سوالات تحریر کئے اور اسلامی نظریاتی کونسل سے ان سوالات پر غور وخوض کرنے کی درخواست کی تا کہ مذکورہ مسائل کا تمام جہتوں سے احاطہ کیا جاسکے

اوران کا شرعی حل پیش کیا جا سکے۔
کونسل کے ایک اجلاس میں متذکرہ بالاعنوان کے تحت یہ مسائل کونسل کے غوروخوض کے لیے پیش کئے گئے۔اور کونسل نے حسب ذیل سفارشات مرتب کیں:

کلوننگ اوراس کا مفہوم:

شعبہ حیاتیات اورطب کی جدید تحقیق کے نتیجے میں انسان کے تولیدی خلیے کی بجائے اس کے بدنی خلیے سے اس کی طرح کے ایک انسان کی تخلیق کی جاسکتی ہے اور یہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی طرح ایک مصنوعی طریقہ تولید ہے اورمغربی سائنس دانوں کا بھی یہی اہم مقصد ہے کہ بغیر کسی جنسی اختلاط کے بچے پیدا کئے جائیں‘ کلوننگ کے اہم محرکات درج ذیل ہیں:

۱۔بغیر جنسی اختلاط کے بچے کی پیدائش
۲۔بے اولاد لوگوں کی محرومی کا ازالہ کرنا
۳۔ہم شکل جانور بنانا
۴۔معیاری اوراچھی نسل کے جانور حاصل کرنا

سائنس دانوں نے جب دیکھا کہ ریڑھ کی ہڈی نہ رکھنے والے جانور بغیر کسی جنسی عمل کے بچوں کو جنم دیتے ہیں تو کیوں نہ ریڑھ کی ہڈی والے جانور بھی کسی جنسی عمل سے گزرے بغیر بچوں کو جنم دیں۔اس کے پیش نظر انہوں نے ۱۹۸۰ء میں مینڈک پر تجربہ کیا اور بالغ مینڈک کے خون کے سرخ خلیوں سے مینڈک کے بچے پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے‘ یہ تجربہ ابتداء میں تو کامیاب رہا لیکن بعد میں ان بچوں کی جلد ہی موت واقع ہوگئی۔بعدازاں سائنس دانوں نے استقرار حمل کے بعد کے جنین (embryo) کے خلیوں کو بنیاد بنا کر مزید تجربات کئے جو کامیاب رہے۔یہی طریقہ دوسرے جانوروں جیسے بھیڑوں اورگائیوں کے بچوں پر بھی آزمایا گیا۔

کونسل اس سلسلہ میں پہلے ہی غوروخوض کرکے درج ذیل سفارش پیش کرچکی ہے:

انسانی کلوننگ ناجائز ہے اورمعالجاتی کلوننگ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی کہ آیا عملاً اعضاء کی تولید ممکن بھی ہے یا یہ ایک مفروضہ ہے۔(سالانہ رپورٹ ۲۰۰۲۔۰۳‘ص۲۱۶)

کونسل نے قرار دیا کہ انسانی کلوننگ کے شاید کچھ فوائد بھی ہوں تاہم اس کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں' اس لیے شرعی نقطہ نظر سے انسانی کلوننگ ناجائز ہے بلکہ اسے عیسائی اور یہودی علماء نے بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کے چند بڑے نقصانات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کلوننگ میں شادی سے استغناء کا تصور پایا جاتا ہے۔

۲۔ کلوننگ انسان کی کرامت وشرافت پر کاری ضرب ہے۔

۳۔ کلوننگ ضیاع نسب کا سبب بن سکتا ہے۔

۴۔ کلوننگ معاشرے کے لیے مضر ہے۔

۵۔ کلوننگ تغیر لخلق اللہ کے مترادف ہے۔

۶۔ انسانی کلوننگ سے اخلاقی قدریں گر جائیں گی اور لوگ فطری طریقہ تولید سے عاری ہو جائیں گے۔

۷۔ کلوننگ ایک مہنگا ترین سائنسی عمل ہے اور کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں جو کہ وقت اور پیسے کا ضیاع ہے۔

۸۔ ڈولی نامی بھیڑ کی کلوننگ کے دوران تقریباً ۷۰۰ بیضوں پر تجربات کئے گئے اور ان میں سے صرف ایک تجربہ کامیاب ہوا۔ گویا کامیابی کی شرح نہایت کم یعنی سات سو میں ایک ہے۔

۹۔ کئی انسانی جینز (Human embryos) کو ضائع کرنے کے بعد انسانی کلوننگ ممکن ہو سکے گی۔ کیا یہ دانشمندی ہوگی کہ ایک غیر موجود کے لئے موجود کو ضائع کر دیا جائے۔

۱۰۔ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والا انسان معاشرے میں نچلے درجے کا شہری سمجھا جائے گا جس سے وہ احساس کمتری کا شکار ہوگا اور معاشرے میں احترام کی نگاہ سے محروم رہے گا۔

۱۱۔ انسانی کلوننگ سے معاشرے میں طرح طرح کے جرائم جنم لیں گے۔

۱۲۔ والدین اس سے حقیقی طور پر محبت نہیں کر پائیں گے۔

۱۳۔ کلوننگ سے خاندانی نظام تباہ ہو جائے گا۔

۱۴۔ اس طرح غیر مرد وعورت کے جینیاتی خلیوں کو ملا کر بچے پیدا کئے جائیں گے ا یوں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح ہو جائے گا نیز اس سے عورتوں میں بے پردگی کا رجحان بھی بڑھ جائے گا۔

۱۵۔ انسانی کلوننگ سے ہم شکل بچے پیدا کئے جائیں گے اور ان میں سے اگر کوئی جرم کا ارتکاب کرے

تو اصل مجرم کا پتہ نہیں چلے گا۔اس طرح جرائم کو فروغ ملے گا اور امن وامان خطرے میں پڑ جائے گا۔

۱۶۔انسانی وقار اور اس کے جینیاتی مواد کا احترام ختم ہو کر رہ جائے گا۔

کونسل نے اس اہم فقہی مسئلہ پر رائے مرتب کرنے سے قبل ایک اجلاس میں متعلقہ شعبہ (جینیٹکس) کے ماہرین کو بھی مدعو کیا، بحث کے دوران ان ماہرین کا کہنا تھا کہ کلوننگ کی جو صورت تھراپیوٹیکل (therapeotical) ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مثلاً اگر کسی کا گردہ ناکارہ ہو گیا ہے تو اس کے لیے نیا گردہ تیار کر کے لگا دیں یا کوئی بھی عضو ناکارہ ہو گیا ہے تو اس کو دوبارہ بنا کر لگا دیا جائے۔یہ گویا علاج ہے اس کی اجازت ہونی چاہیے۔البتہ نان تھراپیوٹیکل (non.therapeotical) کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک اور انسان کی تخلیق عمل میں لائی جائے پوری دنیا کے اہل علم ودانش' قانون دان اور پوپ بھی متفق ہیں کہ نان تھراپیوٹیکل کلوننگ ناجائز عمل ہے۔ماہرین کی دوسری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کونسل کے بعض اراکین نے ان سے نے استفسار کیا کہ تھریپوٹیکل' جو ایک معالجاتی عمل ہے' واقعتاً کوئی طریقہ علاج ہے یا ابھی تک یہ ایک تصوراتی اور تخیلاتی ہے؟ ماہرین کا کہنا تھا کہ تاحال یہ تصوراتی ہے عملی طور پر ایسا نہیں ہوسکا ہے' کونسل نے قرار دیا کہ چونکہ یہ ایک تصوراتی چیز ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ جب یہ عملی شکل میں آ جائے تو اس کے بعد ہی اس پر رائے دی جائے ، ایک موہوم شئی پر رائے دینا مناسب نہیں۔

کلوننگ کی تین شکلیں

۱۔پہلی شکل یہ ہے کہ مماثل کی تخلیق کرنا اس میں کسی کا بھی ہو بہو مماثل پیدا کرنا ہوتا ہے۔

۲۔دوسری شکل یہ ہے کہ جنین کی تخلیق کی جائے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اسپرم (perm) کو تقسیم کر کے اس سے جڑواں بچوں کی تخلیق کرنا جس کی تعداد دو اور اس سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور اس میں مرد اور عورت کا ڈی این اے ملانا ضروری نہیں صرف مرد سے یا صرف خاتون کے مادہ سے یہ عمل ہوسکتا ہے۔

۳۔تیسری شکل معالجاتی کلوننگ کی ہے کہ مثلاً کسی کا کوئی عضو وغیرہ ناکارہ ہو جائے تو نیا عضو بنا کر اس کو لگا دینا۔ابھی تک یہ ایک تصور ہے' حقیقت کی دنیا میں ایسا ابھی تک نہیں ہوسکا۔

اب قابل بحث یہ ہے کہ کلوننگ گویا ایک قسم کی تخلیق ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ نفس تخلیق کا کیا حکم ہے؟اس کا طریقہ کیا ہے؟اوراس پر مرتب ہونے والے ثمرات کیا ہیں؟یہ تین الگ الگ چیزیں ہیں‘بعض اوقات اہل علم ان تین چیزوں کو گڈمڈ کرتے ہیں تو حکم واضح نہیں ہو پاتا‘اس سلسلے میں شیعہ فقہاء کی رائے بھی سامنے رکھ کر غور کرنا چاہیے۔انہوں نے ’’**الاصل فی الاشیاء الاباحة** ‘‘ کی روشنی میں کلوننگ میں اباحت کا قول اختیار کیا ہے۔نیز ارشاد باری تعالی ہے’’**ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ماخلقت هذا باطلا**‘‘ (آل عمران:۱۹۱)تفکر کا معنی یہ ہے کہ طبعی فارمولے اخذ کئے جائیں اوران کی روشنی میں نئی تخلیقات کی جائیں جیسا کہ اپنی ذات کے بارے میں اللہ کا ارشاد’’احسن الخالقین‘‘اس سے مترشح یہی ہوتا ہے کہ انسان بھی تخلیق کریں گے لیکن اللہ تبارک وتعالی’’احسن الخالقین‘‘ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ کلوننگ میں طبعی فارمولوں کا استعمال ہے اورشریعت عقل کے استعمال اورفکروتدبر سے نہیں روکتی اوراس میں مادہ حیویہ اور بیضہ دونوں ہی بعض اوقات مرد سے لے کر پیدائش کی جاتی ہے‘تواس کی مثال ایسے ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حواعلیھا السلام کی تخلیق کی گئی۔اوربعض اوقات دونوں مادے عورت سے ہی لے کر پیدائش کا عمل کیا جاتا ہے‘اس کی مثال ایسے ہوگی جیسے حضرت مریم علیھا السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔اوراگر مادہ حیویہ مرد سے لیا جائے اور بیضہ عورت سے لیا جائے تو شریعت اس میں پابندی لگائے گی کہ وہ مرداورعورت باہم میاں بیوی ہوں‘غیر نہ ہوں۔تو گویا حاصل یہ ہے کہ فکر‘تحقیق‘عقل وتفتیش پر پابندی نہیں البتہ طریقہ اورثمرات ونتائج کودیکھنا ہوگا کہ شرعی نصوص سے ٹکراؤ نہ ہو۔اب اگر کسی عمل کو جانچنا ہے تو دیکھنا ہوگا کہ اس کی ضرورت کیا ہے؟اوراس کی افادیت کیا ہے؟اگرضرورت وافادیت نہیں ہے‘تو یہ ایک عبث عمل ہوگا‘اوراگرمفروضہ ہے تواس میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی کیا ضرورت ہے۔

شریعت میں دو چیزیں محور رہتی ہیں (۱)ضرورت (۲)افادیت۔افادیت سہولتیں فراہم کرنے کے لیے اورضرورت مجبوریاں ختم یا کم کرنے کے لیے‘ان میں سے کوئی ایک چیز ہونی چاہیے لہذا اگرضرورت بھی نہیں ہے اورسہولتیں حاصل کرنا بھی مقصد نہیں ہے تو ایسا کام عبث قرار پاتا ہے۔یہ بنیادی اصول ہوتے ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام ابحاث کرتے ہیں۔

کونسل کی رائے میں انسانی کلوننگ کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی

تشریح وتعارف:

شعبہ طب کے ماہرین کے نزدیک اس وقت تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اگر مرد اور عورت (بے اولاد جوڑے) کے مادہ منویہ کو لے کر رحم مادر کے بجائے ٹیسٹ ٹیوب میں ڈال کر اسے تجربہ گاہ میں خاص ماحول اور درجہ حرارت پر رکھا جائے اور ان خلیوں کو انسانی تخلیق کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے لئے احکامات فراہم کئے جائیں تو بے اولاد جوڑوں کے ہاں بھی اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔اس مسئلہ پر کونسل کی رائے کا متن حسب ذیل ہے۔

کونسل نے طویل بحث وتحقیق اور سوچ بچار کے بعد اجتماعی رائے دیتے ہوئے مصنوعی طریقہ تولید کی متعدد شکلوں کو حرام قرار دیتے ہوئے صرف دو صورتوں کو بادل نا نخواستہ جائز قرار دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔شوہر کا مادہ منویہ کسی طریقے سے نکال کر اس کی منکوحہ بیوی کے رحم میں پچکاری وغیرہ سے داخل کرنا۔

۲۔شوہر اور بیوی کا مادہ تولید نکال کر ٹیوب میں مخلوط وآمیز کر کے بیوی کے رحم میں پہنچانا۔(سالانہ رپورٹ ۸۹۔۱۹۸۸' صفحہ ۱۲۹)

اس مسئلہ کی تفصیلات حسب ذیل بیان کی گئیں۔

موجودہ سائنسی ترقیات اور انکشافات نے تولید وتناسل کے سلسلے میں بعض نئی صورتوں کو ممکن بنا دیا ہے' انہیں میں سے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے تولید کا ایک عمل ہے۔بنیادی طور پر ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے تولید کی دو شکلیں ہیں:

اول یہ کہ اجنبی مرد وعورت کے مادہ منویہ اور بیضۃ المنی کو باہم خلط کر کے تولید کا عمل انجام دیا جائے۔خواہ ان اجنبی مرد وعورت سے حاصل کردہ مادے کسی ٹیوب میں خلط کئے جائیں یا خود اس عورت کے رحم میں یا کسی اور عورت کے رحم میں' یا خواہ اس مرد کی قانونی اور شرعی بیوی کے رحم میں۔یہ صورت بہرحال ناجائز ہوگی کہ اس کی وجہ سے نسب میں اختلاط ہوتا ہے اور زنا کی ممانعت کی اصل وجہ یہی اختلاط نسب ہے۔اس سلسلہ میں صریح نصوص موجود ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا:

"لایحل لامری یؤمن باللہ والیوم الآخران یسقی ماءہ زرع غیرہ." (سنن ترمذی' حدیث

:۱۰۵۰)

’’خدااورآخرت پرایمان رکھنے والے کسی شخص کے لئے روانہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کی کھیتی سیراب کرے‘‘۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خودشوہر بیوی کے مادہ حیات کوخلط کر کے عمل تولید ممکن بنایاجائے‘اس کی دوشکلیں ہوسکتی ہیں:۔

ا۔شوہرکامادہ انجکشن وغیرہ کے ذریعے عورت کے رحم تک پہنچادیاجائے۔

۲۔شوہروبیوی کے مادے حاصل کے جائیں اورکسی ٹیوب میں مخصوص مدت تک ان کی پرورش کی جائے‘پھراسی عورت کے رحم میں اس کومنتقل کردیاجائے۔

گوان صورتوں میں شوہرکے لئے جلق (مشت زنی)عورت کے لئے دایہ کے سامنے بے ستری اورایک گونہ استقرارحمل کے لئے غیرفطری طریق کے استعمال کی نوبت آتی ہےلیکن اگرطبی اعتبار سے عورت فطری طریقوں سے استقرارحمل کی صلاحیت نہ رکھتی ہواورحصول اولاد کاشدیدداعیہ ہوتواس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ یہ ایک طریقہ علاج ہےاورشریعت میں علاج کے باب میں ان امورمیں نرم روی کی گنجائش موجود ہے۔ہاں بہتران طریقوں سے اجتناب ہی برتناہے۔

اس مسئلہ میں بھی اصل چیزاس کام کی ضرورت اورافادیت کودیکھناہے۔اگراس کی ضرورت ہوجیسے کہ اگرکسی جوڑے کے ہاں اولادنہیں ہورہی‘لیکن اس طریقہ علاج سے اولاد کی پیدائش ممکن ہےتواس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔کیونکہ شریعت عقل‘فکر‘تدبراورکائنات کے فطری اصولوں سے انکشاف کوممنوع نہیں کہتی‘اورنہ ہی اسلام اس پرپابندی لگاتاہے۔

صنف کاانتخاب

تشریح وتعارف:

جدیدطبی تحقیقات کے نتیجے میں‌اب یہ ممکن ہے کہ رحم مادرمیں مرداورعورت کے جواجزاء (مادہ منویہ)اکٹھے ہوتے ہیں‘جن سے انسانی تخلیق کاجوابتدائی قالب بنناشروع ہوتاہے‘اگرشوہراوربیوی چاہیں تواس ابتدائی مادہ تولیدمیں‌اس طرح کی تبدیلیاں‘طبی عملیات کے ذریعے سے کی جاسکتی ہیں‌جس کے نتیجے میں‌لڑکی کی بجائے لڑکااورلڑکے کے بجائے لڑکی پیداہو۔اس عمل کوصنف کاانتخاب

کہا جاتا ہے۔

''صنف کا انتخاب'' انفرادی طور پر بغرض حاجت یا بغرض علاج جائز ہے' لیکن اجتماعی سطح پر یا بغیر کسی حاجت کے اسے جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق مرد کے مادہ حیویہ میں کروڑوں جرثومے ہوتے ہیں جن میں سے صرف ایک عورت کے بیضہ کو پاتا ہے اور اس کے اندر چلا جاتا ہے اور چند دنوں میں وہاں تولید کا عمل شروع ہوجاتا ہے بعدازاں جنین کو کیمیکل اور جنیٹک سرجری کے ذریعے حسب تمنا بچہ یا بچی بنایا جاسکتا ہے۔اسی عمل کو صنف کا انتخاب کہا جاتا ہے۔ آج کل خون سے بھی ٹیسٹ کر کے معلوم کرسکتے ہیں کہ رحم میں بچہ ہے یا بچی' پھر حسب تمنا اس میں ترمیم وتبدیلی کر لیتے ہیں۔

انسان کی تخلیق کا عام دستور یہ ہے کہ مرد اور عورت کا مادہ منویہ جب رحم مادر میں پہنچتا ہے تو اس سے تخلیق ہوتی ہے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کی مشابہت کا تعلق عورت یا مرد کے مادہ کے غلبہ پر ہے' جس کا مادہ غالب رہے بچہ بھی اسی کے مشابہ ہوگا اور بچہ یا بچی کی خلقت کا معاملہ تحت القدرت ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ''یھب لمن یشآء اناثاً ویھب لمن یشآء الذکور'' (الشوری:۴۹)

راقم کی رائے میں انسان کو اللہ کی تقسیم پر راضی برضا رہنا چاہئے اور وہ جو دے اس پر قانع ہوجائے تاہم بطور علاج اس کا استعمال منع نہیں کیا جاسکتا۔

کونسل کی رائے میں صنف کا انتخاب کرانا چند وجوہ سے ناجائز ہے:

(۱) حق تعالی کی صفت تخلیق اور صفت تقسیم میں ایک درجہ میں دخل اندازی ہے۔

(۲) منی چونکہ نجاست غلیظہ ہے تو سخت مجبوری کے بغیر اس کے ساتھ تلوث ناپسندیدہ عمل ہے۔

(۳) بغیر کسی علاج ومعالجہ کی مجبوری کے شرمگاہ کا کھولنا جائز نہیں حتی کہ لیڈی ڈاکٹر کے سامنے کھولنا بھی جائز نہیں' اور اس عمل کا تعلق علاج سے نہیں ہے۔

(۴) یہ عمل اسقاط حمل کے مشابہ اور اس کے قریب ہے کیونکہ بظاہر اس میں بچی والے جرثومے نکالے جاتے ہیں اور بچے والے جرثومے ڈالے جاتے ہیں اور اسقاط حمل بغیر کسی مجبوری کے جائز نہیں ہے۔نیز جو مادہ شامل کیا جاتا ہے وہ اسی مرد کا ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی یقینی نہیں ہوتی۔

(۵) اس عمل کی عمومی اجازت دینے سے ہر کوئی بچے کی خواہش میں بچیوں کی پیدائش سے گریز کرے گا اور اس طرح بچیوں کی پیدائش کم ہوجائے گی' جو کہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں قرب

قیامت میں عورتوں کی کثرت کا ذکر ہے۔

(۶) سد ذرائع کے اصول کے پیش نظر اس عمل کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ گویا یہ عمل مطلقا جائز نہیں ہے۔

اولاد کی طلب اور اس کی تمنا کرنا خود قرآن پاک نے ایک دعا کے ذریعے انسان کو بتائی اور سکھائی ہے' وہ دعا ہے ''ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما'' (الفرقان: ۷۴) اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی تھی: ''رب لا تذرنی فردا وانت خیر الورثین (الانبیاء: ۸۹) نیز 'فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب'' (مریم: ۶-۵)۔ تو اولاد کی طلب وتمنا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے' اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد عورت سے بہتر صنف ہے' جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''ولیس الذکر کالانثی'' معلوم ہوا' کہ صنف مرد زیادہ پسندیدہ ہے بنسبت عورت کے۔ میرے (علامہ شیرانی صاحب کے) خیال میں انتخاب صنف فی نفسہ مشیت کے خلاف عمل نہیں ہے اس لئے کہ جو عمل اللہ تعالی کے ضابطوں اور فارمولوں سے ہٹ کر نہ ہو وہ مشیت کے خلاف نہیں ہوتا۔ ان تحقیقات کے ذریعے کوئی نئے ضابطے اور فارمولے نہیں بنائے جاتے بلکہ اللہ تعالی کے متعین کردہ ضابطوں اور فارمولوں کو معلوم کیا جاتا ہے۔ یہاں اسقاط حمل بھی نہیں ہوتا بلکہ تبدیلی جنس ہوتی ہے' حمل تو اپنی جگہ موجود اور برقرار رہتا ہے صرف صنف کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ لہذا اگر ضرورت ہو اور اس کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے پورا کیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن اگر ضرورت نہ ہو یا شرعی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے ایسا اقدام کیا جائے تو اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ کونسل کی رائے میں انفرادی صورت میں انتخاب صنف کی مشروط اجازت دی جا سکتی ہے' مطلق اجازت نہیں۔

بینک برائے زنانہ بافت بیضہ دانی

تشریح وتعارف:

عورت کی اوواریز (بیضہ دانی) کی بافت کو نکال کر خاص درجہ حرارت پر رکھا جاتا ہے اور مستقبل میں جب بھی وہ عورت چاہے ان بافتوں کو واپس لگایا جا سکتا ہے' اب تک سولہ عورتوں پر کامیاب تجربہ

کیا جا چکا ہے اوران کے ہاں بچوں کی پیدائش ہوچکی ہے۔مذکورہ تشریح سے بظاہر تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس عورت کی بافت حاصل کی گئی ہو اسی کے جسم میں واپس ان بافتوں کو لگایا جاتا ہے‘عملی طور پر حاصل کردہ بافتوں کو دوبارہ عورت کے جسم میں لگانے کی دو صورتیں ہیں:

۱۔جس عورت کے جسم سے بافت حاصل کئے گئے ہوں‘اسی کے جسم میں واپس لگایا جائے۔

۲۔کسی دوسری عورت کے جسم میں لگایا جائے۔

درحقیقت اس مسئلے کا تعلق جسم میں اعضاء کی پیوندکاری سے ہے‘اعضاء کی پیوندکاری کی کئی صورتیں ہیں‘جن میں سے بعض کو عصر حاضر کے علماء مفتیان کرام نے جائز قرار دیا ہے‘اور بعض کو ناجائز قرار دیا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی نے اس سلسلے میں بعض شرائط کا ذکر کیا ہے جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے حکم لگایا جاسکتا ہے۔یہ آٹھ شرائط ہیں اوران میں سے اول اوردوم کا تعلق زیر بحث مسئلے سے ہے جو حسب ذیل ہیں:

اول:انسان کے جسم کے ایک حصے سے کسی عضو کو اسی کے جسم میں دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے‘بشرطیکہ اس بات کا اطمینان کرلیا گیا ہو کہ اس آپریشن کا متوقع فائدہ اس کے نقصان سے زیادہ ہے۔نیز یہ شرط بھی ملحوظ رہنی ضروری ہے کہ یہ عمل کسی مفقود عضو کو وجود میں لانے‘یا اس کی اصل صورت یا اس کے مقصود وظیفے کو بحال کرنے‘یا کسی عیب کی اصلاح یا ایسی بدصورتی کے ازالے کے لئے کیا گیا ہو جو متعلقہ شخص کے لئے نفسیاتی یا جسمانی اذیت کا موجب ہو۔

دوم:ایک انسان کے جسم سے دوسرے انسان کے جسم میں ایسے عضو کی منتقلی جائز ہے جو خود بخود دوبارہ وجود میں آتا رہتا ہے‘مثلاً خون اور جلد۔اس معاملہ میں ضروری ہے کہ عطیہ دینے والا کامل اہلیت رکھتا ہو(یعنی عاقل وبالغ ہو)اور معتبر شرعی شرائط پوری کرلی گئی ہوں۔

شرط اول میں پیوندکاری کے اس عمل کی ایک صورت کو ناجائز وحرام قرار دیا گیا ہے‘جبکہ دوسری صورت‘جس میں موروثی صفات کا انتقال نہیں ہوتا‘کو جائز قرار دیا گیا ہے‘تاہم اس پوری قرارداد میں بظاہر دوسری صورت کا ذکر ہے یعنی ایک انسان (عورت) کے جسم سے حاصل کردہ بافت کو دوسرے انسان (عورت) کے جسم میں منتقل کرنا‘جبکہ پہلی صورت یعنی کسی عورت کے جسم سے حاصل کردہ بافت کو اسی عورت کے جسم میں دوبارہ لگانا‘اس کا حکم بیان نہیں کیا گیا۔فقہاء کی عبارات کی

روشنی میں اس کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے لکھا ہے:

''انسانی جسم میں ازراہ علاج جمادات یا انسان کے علاوہ دوسرے حیوانات کے اعضاء کی پیوندکاری ان امور میں سے ہے جن کے جواز میں کوئی کلام نہیں' اس میں گو اختلاف ہے کہ انسان خود اپنے جسم کے کٹے ہوئے اور علیحدہ شدہ حصہ کی دوبارہ اپنے جسم میں پیوندکاری کرسکتا ہے یا نہیں؟ طرفین اس کو جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ جسم کا جو حصہ جسم سے کٹ گیا ہے اب اس کو دفن کیا جانا واجب ہے' اس کے دوبارہ استعمال میں اس سے انحراف پایا جاتا ہے۔'' **فاذاانفصل استحق الدفن ککله 'والاعادة صرف له عن جهةالاستحقاق.''**

(پس جبکہ کوئی جزء بدن سے جدا ہو گیا تو وہ مستحق دفن ہو گیا جیسے کل بدن' اوراس جزء کو دوبارہ استعمال کرنا اس کو اس کے استحقاق سے روکنا ہے)۔

امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ انسان کا خود اپنے جزء سے انتفاع از قبیل اہانت نہیں ہے:

''**ولااهانة فی استعمال جزء منه.**'' (بدائع الصنائع: ۱۳۲/۵) (اپنے جزء کے استعمال میں اس کی توہین نہیں ہے)۔

لیکن اس باب میں بھی فتوی امام ابویوسف رحمہ اللہ ہی کی رائے پر ہے اور عام طور پر فقہاء نے اس کو جائز ہی رکھا ہے''۔ (جدید فقہی مباحث از مجاہد الاسلام قاسمی: ۲۰۳/۱)

اس جزئیے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے' کہ اگر حاصل کردہ بافتوں کو اسی عورت کے جسم میں واپس لگادیا جائے' تو پیوندکاری کی یہ صورت جائز ہونی چاہیے۔ اوراگر دوسری عورت کے جسم میں لگادیا جائے' تو پیوندکاری کی یہ صورت بظاہر ناجائز ہونی چاہیے۔ (دیکھئے: ملحق نمبر ۲۰' ص ۲۹۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ جب مرد کا مادہ منویہ رحم مادر میں جا کر بیضہ میں چلا جاتا ہے تو وہاں اس پر ایک جھلی سی بن جاتی ہے تو یہ اس جھلی کو نکال لیتے ہیں پھر مناسب وقفہ کے بعد اس کو دوبارہ لگالیا جاتا ہے' اس کی دوصورتیں ہیں: پہلی یہ کہ یہ پیوندکاری کا عمل ہے کہ انسانی عضو آپریشن کے ذریعے الگ کیا گیا پھر اس کو دوبارہ لگادیا گیا اور دوسری یہ کہ اس کو حمل کا وقفہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے' کہ اس موقعہ پر میاں بیوی حمل نہیں چاہتے تو کچھ عرصہ کے لئے نکال دیں جب دوبارہ لگانا چاہیں تو لگادیں۔ تو اس عمل کی شرعی حدود میں رہتے ہوئے ضرورت کی صورت میں اجازت ہونی

چاہیے۔اگرچہ یہاں ایک اورصورت بھی ممکن ہے کہ کسی کی دو بیویاں ہوں تو ایک کی بافت دوسری بیوی میں لگانے کا کیا حکم ہوگا؟ لیکن فی الحال اس صورت کو زیرغور نہیں لاتے بلکہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں بھی ہم یہ بات کہہ دیں کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے بوقت ضرورت اس کی اجازت ہے بشرطیکہ بافت واپس اسی عورت کو لگائی جائے۔اوراس میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی کو مشروط کردیا جائے کیونکہ اس سے دونوں کا حق متعلق ہو چکا ہوتا ہے البتہ بافتوں کا بینک بنانے کی تو بالکل اجازت نہ دی جائے۔

کونسل نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ بوقت ضرورت اس عمل کی گنجائش ہے بشرطیکہ عورت کے بافت اس کے رحم میں واپس لگائے جائیں تاہم بینک بنانے کی اجازت نہیں۔(فیصلے کے متن کے لیے دیکھئے جزءسوم ص ۱۷۵)

بینک برائے شیر مادر

بینک برائے شیر مادر کا تصور ومفہوم:

بینک برائے شیر مادر سے مراد یہ ہے کہ عورت کا دودھ مصنوعی ذریعے سے ذخیرہ کیا جائے اور ایسے بچوں کے لئے استعمال کیا جائے جن کی والدہ کا دودھ کسی سبب سے نہ ہو یا کم ہو خصوصاً ایسے بچے جن کی والدہ پیدائش کے ساتھ فوت ہو جائے تو شرعی حکم کیا ہے؟

اگر طبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بچے کی ماں کے پستانوں ہی سے دودھ پینے میں صحت مندی ہے جیسا کہ طبی تحقیق میں واضح کیا گیا ہے کہ دودھ عورت کے پستانوں سے نکلتے ہی جراثیم کی لپیٹ میں آجاتا ہے جس سے بچہ کے بیمار رہنے کا خطرہ ہے۔اگر ہم دودھ کے بینک کی اجازت بھی دے دیں تو کئی مفاسد لازم ہوں گے مثلاً

۱۔عورت کے پستانوں سے دودھ نکلتے ہی جراثیم کی لپیٹ میں آمدہ خوراک بچے کی صحت کو متاثر کردے گی۔

۲۔رضاعت کا مسئلہ ہوگا (اگر بچہ نے کسی معلوم عورت کا دودھ پیا ہو)۔

۳۔نسب مخلوط ہو جائے گا۔

۴۔عورت کے دودھ کا ایک ناجائز کاروبار شروع ہو جائے گا۔

اس کا تجربہ مغربی ممالک میں کیا گیا لیکن ناکام رہا' اب کم ازکم اسلامی ممالک میں ایسے بینکوں کا قیام روک دیا جائے۔(دیکھئے' ملحق نمبر ۲۱'ص ۳۰۳)

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کی رائے میں ،جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض بچوں کی ماؤں کا دودھ نہیں ہوتا تو اس کے شریعت نے متبادل طریقے بتائے ہیں۔پہلا طریقہ یہ ہے کہ کسی دوسری عورت کا دودھ رضاعت کے طور پر پلایا جائے۔وہ چاہے تو مفت میں پلائے' چاہے تو اس کی اجرت لے' جیسا کہ خود ہمارے نبی ﷺ نے بھی بچپن میں اپنی والدہ محترمہ کے علاوہ دیگر خواتین کا دودھ پیا' قرآن کریم میں رضاعت کی مشروعیت کا درج ذیل آیت میں بیان ہے:

"وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلاجناح علیکم اذا سلمتم ماآتیتم بالمعروف"(البقرۃ:۲۳۳)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی حلال جانور جیسے بکری وغیرہ کا دودھ پلایا جائے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر کے مشورے سے ڈبے کا دودھ پلایا جائے۔

اگر اس طرح کے بینک قائم ہوں گے تو اس میں دو خرابیاں ہیں:۔

۱۔خواتین کے دودھ کی خرید وفروخت ہوگی جو ناجائز ہے ھدایہ میں ہے:"ولا بیع لبن امراۃ فی قدح"۔(الھدایہ'۳/۴۵)

۲۔دودھ سے رضاعت کے رشتے پیدا ہوتے ہیں تو جس طرح نسب کے رشتوں میں اختلاط شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے اسی طرح رضاعت کے رشتوں میں بھی اختلاط ناپسندیدہ ہے' لیکن بینک کے قیام سے یہ اختلاط پیدا ہوگا۔(دیکھئے: ملحق نمبر۲۲'ص ۳۰۷)

متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ خواتین کے دودھ کے بنک کے قیام کی اجازت نہ دی جائے' نیز ایسے بنک سے حاصل شدہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔(فیصلے کے متن کے لیے دیکھئے' جزءسوم' ص ۱۷۵)

تبدیلی جنس

جب ایک فرد اپنی جنس میں تبدیلی محسوس کرے کہ وہ لڑکے کی بجائے لڑکی ہے' یا اس کے اعضاء کی تخلیق نامکمل ہو' اس کے رویئے مخالف جنس کی طرح ہوں۔اگر اس بنیاد پر وہ اس جنس کو اختیار کرے جس کے

رجحانات اس میں ہوں تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت صحیح وسالم اعضاء کے حامل ہونے کے باوجود تغیر جنس کرانا چاہے تو یہ حرام ہے البتہ اگر کسی میں زنانہ ومردانہ جنس کی علامات جمع ہوگئی ہوں تو شرعی ضوابط کو مدنظر رکھ کر علاج کروانے کی اجازت ہے۔ واللہ اعلم (دیکھئے: ملحق نمبر۲۳، ص۳۰۹)

اس میں چند صورتیں ممکن ہیں، اگر حقیقی اور مکمل مرد یا عورت ہو اور وہ جنسی خواہشات کی پیروی میں اپنے آپ کو آپریشن کے ذریعے دوسری جنس میں تبدیل کرائے، اور اس تبدیلی کے نتیجے میں اختیار کی جانے والی جنس کی حقیقی صلاحیتیں پیدا نہ ہوں بلکہ محض اعضاء کی تبدیلی واقع ہو، تو اس کا حکم بالکل واضح ہے، کہ یہ ناجائز عمل ہے۔ اور اگر کوئی مخنث ہے اور وہ کسی ایک طرف رجحان محسوس کرتا ہے یا خود ہی کوئی ایک صنف منتخب کرنا چاہتا ہے تو اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے اور مجمع الفقہ الاسلامی کی بھی یہی رائے ہے۔ جیسا کہ ریسرچ نوٹ میں مجمع کی رائے مذکور ہے۔ تمام اراکین کونسل نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ حقیقتاً تبدیلی جنس حرام ہے، تاہم اگر کسی انسان میں زنانہ ومردانہ دونوں علامات جمع ہوگئی ہوں تو صنف کی تعیین کے لیے علاج وآپریشن کرنا جائز ہے۔ (فیصلے کے متن کے لیے دیکھئے: جزء سوم، ص۱۷۵)

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین......

اسلامک فقہ اکیڈمی کی نئی کتاب

مجلّہ فقہ اسلامی کے گزشتہ سولہ برسوں کے اداریئے، بنام غیر فقہی

اظہاریئے

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر: اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی......مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی......جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فی وقت واحد بل اجعلها فی فترات وبینها اوقات للراحة لیکون عطاؤک جیدا.☆